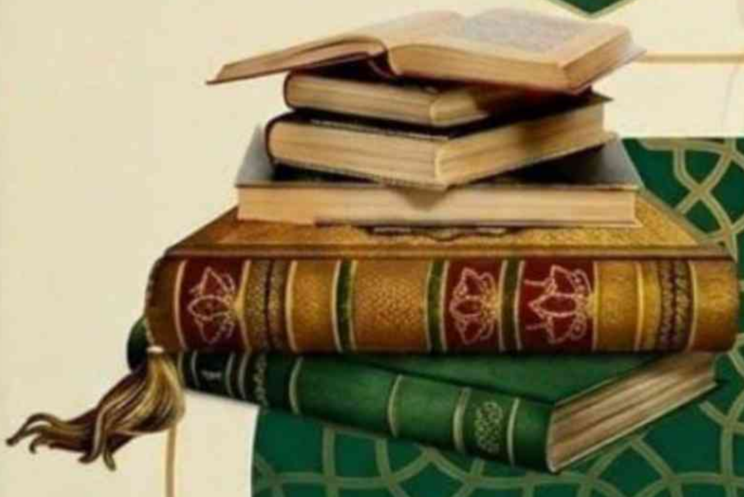
# دینی کاموں کے لیئے اُجرت لینا کیسا



مؤلف:

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

من جانب: جماعت رضائے مصطفی برانچ حاسپیٹ، کرناٹک

## دینی کاموں کے لیا جرت لینایا دیناشرعاً کیسا ہے۔۔۔؟؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے کہ دینی کاموں کے لیے جیسے قرآن پڑھانے پر یا کسی کو دینی تعلیم سے فیضیاب کرنے پر یا تراویح پڑھانے پر یا دیگر دینی خدمات کرانے پر اس کی اجرت لینا یا دینا شرعاً کیسا ہے۔۔؟؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں۔
(المستفتی فقیر ملک ریحان رضوی امجدی، چک باسور ضلع ہاویری، کرناٹک (الہند) (خادم جماعت رضائے مصطفیٰ برانچ ہاسپیٹ)۔

**الجـــواب**: بعون الله الملك الوهاب: اللهم هداية الحق و الصواب: صورت مسئولہ میں اصل تو یہی ہے کہ دینی امور کی بجا آوری پر تنخواہ لینا دینا جائز نہیں اور فقہائے متقدمین نے اسی پر فتوی دیا ہے لیکن فقہائے متاخرین نے اس عمومی حکم سے امامت۔اذان۔ درس وتدریس اور قرآن کی تعلیم کو مستثنی قرار دیا ہے اوران امور کی خدمات پر تنخواہ لینے کو جائز قرار دیا ہے اور متاخرین فقہائے امت اسی پر فتوی دیتے ہیں کہ امامت کرنے۔ اذان دینے۔قرآن شریف کی تعلیم دینے اور کتب دینیہ کے پڑھنے پڑھانے کی تنخواہ لینا جائز ہے البتہ تراویح کا حکم عموی حکم سے خارج نہیں بلکہ تراویح پڑھانے اور قرآن سنانے کی اجرت لینا۔رقم کا تعین کرنا اور جہاں رقم دینے کا رواج ہو وہاں جانا اور اس رقم کا لینا دینا جائز نہیں ہے دینے اور لینے والے دونوں گنہگار ہونگے۔

دینی کام انجام دینے پر اجرت کی طلب یا خواہش کرنا جائز نہیں ہے جس کے عدم جواز پر احادیث مبارکہ ناطق ہے۔**جیسا کہ حدیث پاک میں ہے**:(۱) مـن قرا القرآن فليسال الله به، فإنه سيجيء اقـوام يقرئون القران يسالون به الناس ."-" مـن قرأ القرآن فليسأل الله به، فإنه سيجيء أقوام يقرئون القران يسألون به الناس (سنن ترمذی/ ۲۹۱۷)۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما ایک قاری قرآن کے پاس سے گزرے، وہ تلاوت کر کے لوگوں سے

سوال کرتا۔انہوں نے إِنَّـا لِـلَّـهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جو قرآن مجید پڑھے وہ اس کے ذریعے اللہ تعالی سے سوال کرے، عنقریب ایسے لوگ آئیں گے کہ وہ قرآن تو پڑھیں گے لیکن اس پر لوگوں سے سوال کریں گے۔

(۲) اقـرئـوا فـكـل حسـن، وسيجىء اقوام يقيمونه كما يقام القدح، يتعجلونه، ولا يتـاجـلونه ."-" اقـرئـوا فـكـل حسـن، وسـيـجـىء أقـوام يـقيمونه كما يقام القدح، يتـعـجـلـونـه، ولا يتأجلونه (سنن ابوداؤد ج ۲/۱۲۲)۔سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اور ہم میں بدو اور عجمی بھی بیٹھے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پڑھو پڑھو، ہر کوئی درست پڑھ رہا ہے، عنقریب ایسے لوگ آئیں گے کہ وہ قرآن مجید کی (خوش اسلوبی سے) ادائیگی کو اتنی اہمیت دیں گے جتنی کہ تیر کے سیدھا کرنے کو دی جاتی ہے، لیکن اس کا بدلہ دنیا میں وصول کریں گے اور اس کے (اجر و ثواب کو) آخرت تک مؤخر نہیں کریں گے:

(۳) اقـرئـوا الـقـرآن، ولا تـاكلوا به، ولا تستكثروا به، ولا تجفوا عنه، ولا تغلوا فيه اقرئوا القرآن، ولا تأكلوا به، ولا تستكثروا به، ولا تجفوا عنه، ولا تغلوا فيه (الکامل فی الضعفاء ج ۴/ ۹۷)۔سیدنا عبدالرحمٰن بن شبل انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: جب تم میرے خیمے کے پاس پہنچو گے تو کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث بیان کرنا۔انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''قرآن مجید پڑھا کرو، نہ اس کو کھانے کا ذریعہ بناؤ، نہ اس کے ذریعے مال کثیر جمع کرو، نہ اس کے معاملے میں سنگدل ہو جاؤ اور نہ اس میں غلو اور تشدد کرو۔

(۴)من اخذ على تعليم القرآن قوسا، قلده الله قوسا من نار يوم القيامة ."-" من أخـذ عـلـى تـعليم القرآن قوسا، قلده الله قوسا من نار يوم القيامة (حلیۃ الاولیاء ج

۸٦/٦) سیدنا ابودردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے قرآن مجید کی تعلیم دے کر کمان لی، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے گلے میں آگ کی کمان ڈالے گا۔

(۵)(اقـراوا القرآن، ولا تغلوا فيه، ولا تجفوا عنه، ولا تاكلوا به، ولا تستكثروا به) .- (اقـرأُوا الـقـرآن، ولا تغلوا فيه، ولا تجفوا عنه، ولا تأكلوا به، ولا تستكثروا به (مسند امام احمد بن حنبل ج ۲۴/ ۴۴۱) سیدنا عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو، نہ اس میں غلو اور تشدد کرو، نہ اس کے معاملے میں سخت بنو، نہ اس کو کھانے کا ذریعہ بناؤ اور نہ اس کے ذریعے مال کثیر جمع کرو۔

ان احادیث سے واضح ہے کہ دینی کاموں کی اجرت لینا جائز نہیں ہے انہی احادیث کو اپنا مستدل بناتے ہو ئے فقہائے متقدمین نے طاعات و بندگی والے کاموں کی اجرت لینے اور دینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

**جیسا کہ شامی میں ہے**: ان الـمـتـقـدمـيـن مـنـعـوا اخـذ الاجـره على الطـاعـات، وافتى الـمتاخرون بجواز على التعليم والامامة .كـان مذہب المتاخرين ہو المفتى بہ(رد المختار شامی ج ۴/ ۱۴۷ طبع کراچی)۔ متقدمین علماء نے عبادات پر اجرت لینے کو منع کیا ہے مگر متاخرین علماء نے تعلیم و امامت پر اجرت جائز ہونے کا فتوی دیا ہے اور اس وقت فتوی متاخرین کے مذہب پر ہی دیا جاتا ہے۔

**درمختار میں ہے**: قـال فـى الدر: ويفتى اليوم بصحتها اى (الاجارة) على تعليم القرآن والفقه والامامة والاذان (الدر مع الرد: ٦۴/ ۵) آج کے زمانے میں فتویٰ دیا جاتا ہے کہ قرآن وفقہ کی تعلیم، امامت اور اذان پر اجرت لینا جائز ہے: گردش ایام وغفلت شعاری کے سبب دینی امور کے تحفظ کی ضرورت کے پیش نظر چند دینی امور کو انجام دینے کی تنخواہ دینا اور لینا دونوں جائز ہے اور اس کے جواز کا حکم بھی آحادیث وآثار سے ملتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

**السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے:** ۱۱۶۷۸ أخبرنا أبو بكر بن الحارث الفقيه، ثنا أبو محمد بن حبان، ثنا أحمد بن جعفر الحمال، ثنا إدريس بن إبراهيم البزاز، ثنا وكيع، ثنا صدقة بن موسى الدقيقي، عن الوضين بن عطاء قال: " ثلاثة معلمون كانوا بالمدينة يعلمون الصبيان، وكان عمر بن الخطاب رضى الله عنه يرزق كل واحد منهم خمسة عشر درهما كل شهر " وكذلك رواه أبو بكر بن أبى شيبة عن وكيع .(السنن الکبری للبیہقی کتاب الإجارۃ، باب أخذ الأجرۃ علی تعلیم القرآن والرقیۃ بہ، ج۶/۲۰۶، ط: دارالکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان)۔ابوبکر بن الحارث الفقیہ نے ہمیں خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابومحمد بن حبان نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے احمد بن جعفر الحمال نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ادریس بن ابراہیم البزاز نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے صدقہ بن موسیٰ الدقیقی نے وضین بن عطاء کے واسطے سے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں تین معلم (اساتذہ) تھے جو بچوں کو تعلیم دیتے تھے، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہر ایک کو ماہانہ پندرہ درہم وظیفہ دیتے تھے:

**المصنف فی الأحادیث والآثار لابن ابی شیبۃ میں ہے:-** ۲۰۸۳۵۔حدثنا أبو بكر قال: حدثنا وكيع، عن صدقة بن موسى الدمشقى، عن الوضين بن عطاء، قال: كان بالمدينة ثلاثة معلمين يعلمون الصبيان، فكان عمر بن الخطاب يرزق كل واحد منهم خمسة عشر كل شهر.(المصنف فی الاحادیث والآثار لابن ابی شیبہ کتاب البیوع والأقضیۃ، فی أجر المعلم، ج۴/۳۴۱، ط: دارالتاج-لبنان)۔ہم سے ابوبکر نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے حدیث بیان کی، وہ صدقہ بن موسیٰ الدمشقی سے، وہ وضین بن عطاء سے روایت کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں تین معلم (اساتذہ) تھے جو بچوں کو تعلیم دیتے تھے، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہر

ایک کو ماہانہ پندرہ (درہم) وظیفہ دیتے تھے۔ انہی احادیث کے پیش نظر فقہائے احناف نے چند دینی امور میں اجرت لینے اور دینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ:

**ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے**:(مـطـلـب فـى الاسـتـئـجار على الطاعات) (قوله ولا لأجل الـطـاعـات) الأصـل أن كـل طـاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليها عندنا لقوله - عليه الصلاة والسلام اقرئوا القرآن ولا تأكلوا به « وفى آخر ما عهد رسول الله - صلى الله عليه وسلم - إلى عمرو بن العاص وإن اتخذت مؤذنا فلا تـأخـذ على الأذان أجرا ولأن القربة متى حصلت وقعت على العامل ولهذا تتعين أهليته، فلا يجوز له أخذ الأجرة من غيره كما فى الصوم والصلاة بداية.

مـطـلـب تحرير مهم فى عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل ونحوه مما لا ضـرورة إليه .(قـولـه ويـفـتـى الـيـوم بـصـحـتها لتعليم القرآن إلخ) قال فى الهداية: وبـعـض مشـايخنا - رحمهم الله تعالى - استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليـوم لـظـهور التوانى فى الأمور الدينية، ففى الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الـفـتـوى اه، وقـد اقـتـصـر عـلـى استـثـنـاء تعليم القرآن أيضا فى متن الكنز ومتن مواهب الرحمن وكثير من الكتب، وزاد فى مختصر الوقاية ومتن الإصلاح تعليم الفقه، وزاد فى متن المجمع الإمامة، ومثله فى متن الملتقى ودرر البحار.

وزاد بـعـضـهـم الأذان والإقامة والوعظ، وذكر المصنف معظمها، ولكن الذى فى أكثر الـكـتـب الاقـتـصـار على ما فى الهداية، فهذا مجموع ما أفتى به المتأخرون مـن مشـايـخنا وهم البلخيون على خلاف فى بعضه مخالفين ما ذهب إليه الإمام وصـاحـبـاه، وقـد اتـفـقـت كـلـمتـهـم جـمـيـعـا فى الشروح والفتاوى على التعليل بـالـضـرورـة وهـى خشية ضـيـاع الـقـرآن كـمـا فى الهداية، وقد نقلت لك ما فى مشـاهير متـون الـمـذهـب الـموضوعة للفتوى فلا حاجة إلى نقل ما فى الشروح

والفتاوى، وقد اتفقت كلمتهم جميعا على التصريح بأصل المذهب من عدم الجواز، ثم استثنوا بعده ما علمته، فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على أن المفتى به ليس هو جواز الاستئجار على كل طاعة بل على ما ذكروه فقط مما فيه ضرورة ظاهرة تبيح الخروج عن أصل المذهب من طرو المنع، فإن مفاهيم الكتب حجة ولو مفهوم لقب على ما صرح به الأصوليون بل هو منطوق، فإن الاستثناء من أدوات العموم كما صرحوا به أيضا.

وأجمعوا على أن الحج عن الغير بطريق النيابة لا الاستئجار، ولهذا لو فضل مع النائب شيء من النفقة يجب عليه رده للأصيل أو ورثته، ولو كان أجرة لما وجب رده، فظهر لك بهذا عدم صحة ما في الجوهرة من قوله واختلفوا في الاستئجار على قرائة القرآن مدة معلومة.

قال بعضهم: لا يجوز: وقال بعضهم: يجوز وهو المختار اه والصواب أن يقال على تعليم القرآن، فإن الخلاف فيه كما علمت لا في القرائة المجردة فإنه لا ضرورة فيها، فإن كان ما في الجوهرة سبق قلم فلا كلام، وإن كان عن عمد فهو مخالف لكلامهم قاطبة فلا يقبل

وقد أطنب في رده صاحب تبيين المحارم مستندا إلى النقول الصريحة، فمن جملة كلامه قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارء .وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارء للدنيا، والآخذ والمعطي آثمان .فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قرائة الأجزاء بالأجرة لا يجوز؛ لأن فيه الأمر بالقرائة وإعطاء الثواب للآمر والقرائة لأجل المال؛ فإذا لم يكن للقارء ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا

ووسيلة إلى جمع الدنيا - إنا لله وإنا إليه راجعون - اه

وقد اغتر بما فى الجوہرة صاحب البحر فى كتاب الوقف وتبعه الشارح فى كتاب الوصايا حيث يشعر كلامہا بجواز الاستئجار على كل الطاعات ومنہا القرائة.

وقد رده الشيخ خير الدين الرملى فى حاشية البحر فى كتاب الوقف حيث قال: أقول المفتى به جواز الأخذ استحسانا على تعليم القرآن لا على القرائة المجردة كما صرح به فى التتارخانية حيث قال: لا معنى لہذه الوصية ولصلة القارء بقرائته؛ لأن ہذا بمنزلة الأجرة والإجارة فى ذلك باطلة وہى بدعة ولم يفعلہا أحد من الخلفاء، وقد ذكرنا مسألة تعليم القرآن على استحسان اه ? يعنى الضرورة ولا ضرورة فى الاستئجار على القرائة على القبر.

وفى الزيلعى وكثير من الكتب: لو لم يفتح لہم باب التعليم بالأجر لذہب القرآن فأفتوا بجوازه ورأوه حسنا فتنبه اه كلام الرملى .(الرد المحتار على الدر المختار كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج ٦ / ٥٥ - ٥٦، ط: دار الفكر)
(طاعات پر اجرت لینے کے مسئلہ کے بیان میں ہے )(قوله: ولا لأجل الطاعات ) طاعات (یعنی عبادت کے کاموں ) کے بدلے اجرت لینا جائز نہیں۔ اصل قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جو خاص مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے، اس پر اجرت لینا ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ اس کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:" قرآن پڑھو اور اس کو کھانے (یعنی دنیاوی نفع ) کا ذریعہ نہ بناو: اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جو آخری نصیحت کی، اس میں یہ بھی فرمایا کہ۔
"اگر تم مؤذن رکھو تو اس کے لئے اذان پر کوئی اجرت مت لینا: اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی عبادت (یعنی قربت ) انجام پاتی ہے، تو اس کا ثواب خود اس پر عمل کرنے والے کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے، اس

لئے اس میں اہلیت (یعنی عبادت گزار ہونے) کی شرط لازمی ہوتی ہے۔اسی بنیاد پر کسی دوسرے کے لئے اس پر اجرت لینا جائز نہیں، جیسا کہ روزہ اور نماز میں اجرت لینا جائز نہیں۔(ہدایہ)

(اہم تحریر: تلاوتِ قرآن، تہلیل (لا إله إلا الله کہنا) اور دیگر غیر ضروری عبادات پر اجرت لینے کی عدم جواز کے بارے میں ہے)
(قوله: ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن إلخ) یعنی آج کل قرآن کی تعلیم پر اجرت کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔

**ہدایہ میں کہا گیا ہے:** "ہمارے بعض مشایخ رحمہم اللہ نے آج کے دور میں قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کو مستحسن (پسندیدہ) قرار دیا ہے: کیونکہ دینی امور میں سستی اور غفلت عام ہو چکی ہے۔اگر اس پر اجرت لینے سے روکا جائے تو قرآن کا حفظ و تعلیم ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، اسی بنا پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

اسی وجہ سے کنز الدقائق، مواہب الرحمٰن، اور کئی دیگر کتب کے متون میں صرف قرآن کی تعلیم کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے: مختصر الوقایہ اور متن الإصلاح میں فقہ کی تعلیم پر بھی اجرت لینے کے جواز کا اضافہ کیا گیا ہے: متن المجمع میں امامت پر اجرت لینے کو بھی جائز کہا گیا ہے، اور یہی بات ملتقی الابحر اور درر البحار میں بھی ملتی ہے۔

(بعض علماء نے اذان، اقامت اور وعظ پر بھی اجرت کے جواز کا اضافہ کیا) بعض فقہاء نے اذان، اقامت اور وعظ پر بھی اجرت لینے کو جائز قرار دیا، اور مصنف نے ان میں سے اکثر کا ذکر کیا ہے۔لیکن زیادہ تر فقہی کتب میں ہدایہ کے موقف پر ہی اکتفا کیا گیا ہے: یہ مجموعہ درحقیقت متاخرین مشایخ، خصوصاً بلخی علماء کے فتاویٰ کا خلاصہ ہے، اگرچہ ان میں بعض امور میں اختلاف بھی ہے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے اصل موقف کی مخالفت کی ہے۔

لیکن تمام فقہاء اور محدثین کی شروحات وفتاویٰ اس بنیادی علت پر متفق ہیں کہ صرف ضرورت کی وجہ سے اس میں استثناء دیا گیا ہے، اور وہ ضرورت یہ ہے کہ قرآن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ذکر ہوا ہے: میں نے مشہور متون مذہب، جو فتویٰ دینے کے لئے مرتب کئے گئے ہیں، ان سے دلائل نقل کر دیئے ہیں، لہٰذا اب شروحات اور فتاویٰ میں مزید تفصیل کی ضرورت نہیں۔

تمام فقہاء اس اصل مذہب پر متفق ہیں کہ طاعات (عبادات) پر اجرت لینا جائز نہیں، لیکن پھر ضرورت کی بنا پر کچھ مخصوص امور میں استثناء دیا گیا ہے، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے: یہ ایک قطعی دلیل اور روشن برہان ہے کہ مفتی بہ قول (فتویٰ دیا جانے والا حکم) ہر طاعت پر اجرت کے جواز کا قائل نہیں ہے، بلکہ صرف ان عبادات میں اجرت لینے کو جائز سمجھتا ہے جہاں شدید ضرورت پائی جاتی ہو، جو اصل مذہب (عدمِ جواز) سے خروج کو مباح بناتی ہو۔

فقہ کی کتب میں درج مفہوم بھی حجت ہوتا ہے، بلکہ اصولیین کے تصریح کے مطابق یہ منطوق (واضح حکم) کے درجے میں ہوتا ہے۔ کیونکہ استثناء بھی عموم کے اصول میں سے ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں تصریح کی گئی ہے:

اور تمام فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دوسرے کی طرف سے حج نیابت (وکیل بن کر) کیا جا سکتا ہے، لیکن اجرت لے کر نہیں۔ اسی لئے اگر نائب کے پاس خرچ سے کچھ باقی بچ جائے، تو اسے اصل (جس کی طرف سے حج کیا جا رہا تھا) یا اس کے ورثاء کو واپس کرنا لازم ہوتا ہے۔ اگر یہ اجرت ہوتی، تو اس کی واپسی واجب نہ ہوتی: یہی دلیل اس بات کو واضح کرتی ہے کہ کتاب "الجوہرة" میں جو یہ لکھا ہے کہ "معلومہ مدت کے لئے قرآن کی تلاوت پر اجرت لینے میں اختلاف ہے" یہ درست نہیں: بعض فقہاء نے کہا: "یہ جائز نہیں"
اور بعض نے کہا: "یہ جائز ہے، اور یہی مختار (پسندیدہ) قول ہے۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ اختلاف "تعلیمِ قرآن" میں ہے، نہ کہ محض قرآن کی تلاوت پر اجرت لینے میں، کیونکہ تلاوتِ قرآن میں کوئی ایسی ضرورت نہیں جو اصل فقہی اصول سے استثناء کا جواز پیدا کرے:

اگر "الجوہرة" میں یہ بات غلطی سے لکھی گئی ہو تو کوئی اشکال نہیں، لیکن اگر یہ جان بوجھ کر لکھی گئی ہو، تو یہ تمام فقہاء کے متفقہ کلام کے خلاف ہے، لہٰذا اس کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

صاحبِ "تبیین المحارم " نے اس (یعنی قرآن خوانی پر اجرت لینے کے جواز ) کے رد میں تفصیل سے بحث کی ہے اور اس کے خلاف صریح نقولات کو بنیاد بنایا ہے۔

ان میں سے ایک قول تاج الشریعہ (صاحبِ شرح ہدایہ ) کا ہے، جنہوں نے فرمایا کہ: اجرت لے کر پڑھے گئے قرآن کا کوئی ثواب نہیں ہوتا، نہ میت کے لئے اور نہ ہی قاری کے لئے: اسی طرح عینی (شارحِ ہدایہ ) نے فرمایا کہ: جو شخص دنیا (یعنی مال کمانے ) کے لئے قرآن پڑھتا ہے، اس کو منع کیا گیا ہے، اور اجرت لینے اور دینے والے دونوں گناہگار ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو طریقہ ہمارے زمانے میں عام ہو گیا ہے کہ اجرت کے عوض قرآن کے پارے پڑھے جاتے ہیں، وہ جائز نہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ: اس میں پیسوں کے بدلے قرآن پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے: ثواب اجرت دینے والے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔
قاری کا مقصد مال کمانا ہوتا ہے، نہ کہ خالص نیت کے ساتھ عبادت کرنا: پس جب قاری کو ثواب ہی نہیں ملے گا، کیونکہ اس کی نیت درست نہیں، تو اجرت دینے والے کو ثواب کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اگر اجرت نہ دی جائے، تو آج کے زمانے میں کوئی کسی کے لئے قرآن نہ پڑھے، بلکہ لوگوں نے قرآن عظیم کو کمائی اور دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیا ہے إنا لله وإنا إليه راجعون (ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)

"الجوہرۃ" کے فتوے پر غلط فہمی اور اس کا رد کتاب "البحر" کے مصنف نے "الجوہرۃ" کے قول کو بنیاد بنایا اور کتاب "الوقف" میں اس کو بیان کیا، اور پھر "الوصایا" کے شارح نے بھی ان کی پیروی کی، جس کے نتیجے میں ان کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر طاعت پر اجرت لینا جائز ہے، بشمول قرآن خوانی: لیکن اس رائے کو شیخ خیر الدین الرملی نے "حاشیۃ البحر" میں" کتاب الوقف" کے تحت رد کیا۔

انہوں نے فرمایا: "مفتی بہ قول یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا استحساناً جائز ہے، لیکن محض تلاوت قرآن پر نہیں، جیسا کہ "تتارخانیہ" میں تصریح کی گئی ہے: تتارخانیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ: اس قسم کی وصیت (کہ قاری کو تلاوت کے عوض پیسے دیئے جائیں" کیونکہ یہ اجرت کے مترادف ہے، اور اس میں اجرت کا لینا دینا (اجارۃ) باطل ہے، اور یہ ایک بدعت ہے، اور کسی بھی خلیفہ نے ایسا عمل نہیں کیا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کی تعلیم استحساناً (ضرورت کی بنیاد پر) جائز کی گئی ہے، یعنی جب شدید ضرورت ہو۔ لیکن قبر پر قرآن پڑھنے کے لئے اجرت لینے میں کوئی ضرورت نہیں، اس لئے یہ نا جائز ہے: زیلعی اور دیگر کئی کتب میں لکھا ہے: "اگر قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کا دروازہ نہ کھولا جاتا تو قرآن (کا حفظ و تعلیم) ختم ہو جاتا، اس لئے فقہاء نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا اور اسے حسن (پسندیدہ) سمجھا، پس اس نکتے کو سمجھو۔" (یہ شیخ خیر الدین رملی کا کلام ہے)

مسجد میں اجرت لے کر قرآن کی تعلیم دینا بھی مکروہ تحریمی ہے جس سے روشن ہے کہ مسجد کے باہر اجرت لے تعلیم دینا جائز ہے جیسا کہ کتب فقہ سے ظاہر ہے جو درج ذیل ہے۔

**فتح القدیر میں ہے:** ولا يجوز أن تعمل فيه الصنائع لأنه مخلص لله فلا يكون محلا لغير العبادة غير أنهم قالوا فى الخياط إذا جلس فيه لمصلحته من دفع الصبيان وصيانة المسجد لا بأس به للضرورة ولا يدق الثوب عند طيه دقا عنيفا، والذى يكتب إذا كان بأجر يكره وبغير أجر لا يكره، ہذا إذا كتب العلم والقرآن؛ لأنه فى عبادة .أما ہؤلاء المكتبون الذين تجتمع عندہم الصبيان واللغط فلا (و لو) لو لم

يكن لغط؛ لأنهم فى صناعة لا عبادة؛ إذ هم يقصدون الإجارة ليس هو لله بل للإرتزاق . ومعلم الصبيان القرآن كالكاتب إن كان لأجر لا، وحسبةً لا بأس به. و منهم من فصل هذا إن كان لضرورة الحر وغيره لا يكره وإلا فيكره، وسكت عن كونه بأجر أو غيره، وينبغى حمله على ما إذا كان حسبة، فأما إن كان بأجر فلا شك فى الكراهة، وعلى هذا فإذا كان حسبة ولا ضرورة يكره؛ لأن نفس التعليم ومراجعة الأطفال لا تخلو عما يكره فى المسجد (فتح القدیر ج۱/۳۶۹ قبیل باب صلاۃ الوتر ط،مکتبہ حقانیۃ)۔

مسجد میں دنیوی صنعتوں کا کام کرنا جائز نہیں، کیونکہ مسجد کو خالص اللہ کے لئے بنایا گیا ہے، اس لئے یہ عبادت کے علاوہ کسی اور کام کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ، فقہاء نے کہا ہے کہ درزی اگر اپنی بھلائی کے لئے (جیسے بچوں کو ہٹانے یا مسجد کی حفاظت کے لئے) وہاں بیٹھے تو ضرورت کی وجہ سے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کپڑے کو تہہ کرتے وقت زور سے نہ جھاڑا جائے۔ جو شخص مسجد میں کتابت کرتا ہے، اگر وہ اجرت پر لکھتا ہے تو یہ مکروہ ہے، لیکن اگر بغیر اجرت کے لکھے تو مکروہ نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ قرآن یا دینی علم لکھ رہا ہو، کیونکہ یہ عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

لیکن وہ افراد جو مکتب چلاتے ہیں، جہاں بچوں کا شور و غل ہوتا ہے، ان کے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں، خواہ شور و غل نہ بھی ہو، کیونکہ وہ عبادت میں نہیں بلکہ پیشے میں مصروف ہوتے ہیں۔ وہ اجرت کے لئے کام کرتے ہیں، نہ کہ خالصتاً اللہ کے لئے: اسی طرح بچوں کو قرآن سکھانے والا استاد بھی اسی حکم میں شامل ہے۔ اگر وہ اجرت لیتا ہو تو مکروہ ہے، لیکن اگر بغیر اجرت کے بطورِ نیکی (حسبۃً) سکھائے تو کوئی حرج نہیں۔

بعض علماء نے اس میں تفصیل بیان کی ہے کہ اگر گرمی یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے مسجد میں تعلیم دی جارہی ہو تو مکروہ نہیں، ورنہ مکروہ ہے۔ اس تفصیل میں اجرت کا ذکر نہیں، لیکن اسے بغیر اجرت کے ہی سمجھنا چاہئے: اگر تعلیم بطورِ نیکی دی جارہی ہو لیکن اس کی ضرورت نہ ہو تو پھر بھی یہ مکروہ ہوگا، کیونکہ بچوں کو پڑھانے اور ان سے سبق سننے کا عمل بعض ایسی چیزوں سے خالی نہیں ہوتا جو مسجد میں ناپسندیدہ ہیں۔

**المحیط البرہانی میں ہے:** الخياط إذا كان يخيط الثوب فى المسجد يكره ذلك؛ لما روى عن عثمان رضى الله عنه أنه رأى خياطاً يخيط فى المسجد، فأمر به فأخرج من المسجد .وكذا الوراق إذا كان يكتب فى المسجد بأجر يكره .فعلى ہذا الفقہاء إذا كانوا يكتبون الفقه بالأجر فى المسجد يكره، وإن كان بغير أجر لا؛ لأنه إذا كان بأجر، فهو عمل العبد، والمسجد ما بنى لذلك؛ لأنه بيت الله تعالى، ہذه الجملة من »فتاوى أبى الليث: وفى كراہية »العيون«: معلم جلس فى المسجد، أو وراق كتب فى المسجد، فإن كان المعلم يعلم بأجر، و الوراق يكتب لغيره بأجر يكره، إلا أن تقع لهما الضرورة (المحیط البرہانی ج۵/۱۵۱)۔

اگر کوئی درزی مسجد میں کپڑے سی رہا ہو تو یہ مکروہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک درزی کو مسجد میں کام کرتے دیکھا تو اسے مسجد سے باہر نکال دیا۔ اسی طرح اگر کاتب اجرت پر مسجد میں لکھتا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے: فقہاء کے لئے بھی یہی حکم ہے، اگر وہ فقہ کی کتابیں اجرت پر لکھتے ہیں تو مکروہ ہے، لیکن اگر بغیر اجرت کے لکھیں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اجرت پر لکھنا ان کا ذاتی عمل ہے، جبکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور اسے اس مقصد کے لئے نہیں بنایا گیا: فتاویٰ ابی اللیث میں مذکور ہے کہ اگر کوئی معلم مسجد میں بیٹھ کر پڑھاتا ہو یا کوئی کاتب مسجد میں لکھتا ہو، تو اگر یہ کام اجرت پر کیا جا رہا ہو تو مکروہ ہے، سوائے اس کے کہ ان کے لئے یہ مجبوری ہو:

**البحر الرائق میں ہے:** والذى يكتب إن كان بأجر يكره وإن كان بغير أجر لا يكره .قال فى فتح القدير: ہذا إذا كتب القرآن والعلم لأنه فى عبادة، أما ہؤلاء المكتبون الذين يجتمع عندہم الصبيان واللغط فلا ولو لم يكن لغط؛ لأنهم فى صناعة لا عبادة؛ إذ ہم يقصدون الإجارة، ليس ہو لله، بل للارتزاق، و معلم الصبيان القرآن كالكاتب، إن كان لأجر لا، وحسبة لا بأس به، آه. (البحر الرائق ج۲/۳۸)۔

جوشخص مسجد میں لکھتا ہو، اگر وہ اجرت پر لکھے تو مکروہ ہے، اور اگر بغیر اجرت کے لکھے تو مکروہ نہیں۔ فتح القدیر میں کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ قرآن یا دینی علوم لکھ رہا ہو، کیونکہ یہ عبادت میں شامل ہے۔ لیکن وہ مکتب چلانے والے افراد جو بچوں کو پڑھاتے ہیں اور جہاں شور وغل ہوتا ہے، ان کے لئے مسجد میں یہ عمل جائز نہیں، خواہ وہاں شور نہ بھی ہو، کیونکہ یہ عبادت نہیں بلکہ ایک پیشہ ہے۔ وہ لوگ اجرت کے لئے یہ کام کرتے ہیں، جو کہ محض دنیاوی کمائی ہے، نہ کہ اللہ کے لئے۔ اسی طرح بچوں کو قرآن سکھانے والا استاد بھی اسی حکم میں شامل ہے، اگر وہ اجرت پر پڑھاتا ہو تو مکروہ ہے، لیکن اگر نیکی کے طور پر (حسبۃً) پڑھائے تو جائز ہے۔

**البحر الرائق میں ہے:** وكل شيء يكره فيه كره في سطحه واستثنى البزازي من كراهة التعليم بأجر فيه أن يكون لضرورة الحراسة (البحر الرائق ج ۲/ ۳۲۷)۔ جو چیز مسجد میں مکروہ ہے، وہ اس کے صحن میں بھی مکروہ ہوگی: البزازی نے مسجد میں اجرت پر تعلیم دینے کی ممانعت سے یہ استثنا بیان کیا ہے کہ اگر کسی وجہ سے مسجد کی حفاظت مقصود ہو تو اس صورت میں اجازت ہو سکتی ہے۔

**البحر الرائق میں ہے:** ويجوز الدرس في المسجد وإن كان فيه استعمال اللبود والبواري المسبلة لأجل المسجد . لو علم الصبيان القرآن في المسجد لا يجوز ويأثم، وكذا التأديب فيه أي لا يجوز التأديب فيه إذا كان بأجر وينبغي أن يجوز بغير أجر، وأما الصبيان فقد قال النبي جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم. وكذا لا يجوز التعليم في دكان في فناء المسجد هذا عند أبي حنيفة، وعندهما يجوز إذا لم يضر بالعامة (البحر الرائق ج ۵/ ۲۷۰)۔ مسجد میں تدریس جائز ہے، حتیٰ کہ اگر اس میں قالین یا چٹائیاں بھی بچھائی گئی ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر مسجد میں بچوں کو قرآن پڑھایا جائے تو یہ جائز نہیں، بلکہ ناجائز اور گناہ ہے۔ اسی طرح اگر مسجد میں کسی کو سزا دی جائے تو یہ بھی جائز نہیں، خاص طور پر اگر یہ اجرت پر ہو: بغیر اجرت کے تعلیم دینا جائز ہونا چاہئے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: مسجدوں سے اپنے بچوں اور مجنونوں کو دور رکھو"۔ اسی طرح مسجد کے دالان یا

صحن میں دکان بنا کر تعلیم دینا بھی جائز نہیں: البتہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ جائز ہے، جب تک کہ عوام کو اس سے کوئی نقصان نہ ہو:

**تبیین الحقائق میں ہے:** وفي جوامع الفقه: يكره التعليم فيه بأجر، وكذا كتابة المصحف فيه بأجر، وقيل إن كان الخياط يحفظ المسجد فلا بأس بأن يخيط فيه وكل ما يكره فيه يكره في سطحه (تبیین الحقائق ج۱/۳۵۲)۔

فقہی کتاب "جوامع الفقہ" میں لکھا ہے کہ مسجد میں اجرت کے ساتھ تعلیم دینا مکروہ ہے، اسی طرح مسجد میں اجرت لے کر قرآن کی کتابت کرنا بھی مکروہ ہے۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اگر درزی مسجد میں بیٹھ کر اپنی حفاظت کے لئے (مثلاً بچوں کو روکنے اور مسجد کی نگرانی کرنے کے لئے) کام کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں: ہر وہ چیز جو مسجد میں مکروہ ہو، وہی اس کے اوپر والے حصے (چھت) میں بھی مکروہ ہوگی:

**حلبی کبیر میں ہے:** فصل في أحكام المسجد: أما الكاتب و معلم الصبيان فإن كان بأجر يكره، و إن كان حسبة فقيل لا يكره، و الوجه ما قاله ابن الهمام أنه يكره التعليم إن لم يكن ضرورة؛ لأن نفس التعليم و مراجعة الأطفال لا يخلو عما يكره في المسجد مع ما تقدم من الحديث (حلبی کبیر/غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی ۶۱۱/۶۱۲)

مسجد کے احکام کا بیان: اگر کوئی کاتب یا بچوں کا معلم مسجد میں اجرت پر کام کرتا ہے، تو یہ مکروہ ہے: اگر وہ بطور نیکی (حسبۃً) تعلیم دے یا کتابت کرے، تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ مکروہ نہیں: لیکن علامہ ابن الہمام علیہ الرحمہ کے مطابق اگر کوئی ضروری مجبوری نہ ہو، تو مسجد میں تعلیم دینا مکروہ ہے، کیونکہ تعلیم و تدریس کے دوران بچوں کے شور اور نظر ثانی کے عمل سے مسجد کا تقدس متاثر ہو سکتا ہے: اس کے علاوہ، نبی کریم ﷺ کی حدیث بھی موجود ہے، جس میں مسجدوں کو شور و غل سے محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے:

**خلاصۃ الفتاوی میں ہے:** و الخياط إذا كان يخيط فى المسجد يكره، إلا إذا جلس لدفع الصبيان و صيانة المسجد فحينئذ لا بأس به و كذا الكاتب إذا كان يكتب بأجر يكره، و بغير أجر لا يكره .أما المعلم الذى يعلم الصبيان بأجر إذا جلس فى المسجد يعلم الصبيان لضرورة الحر وغيره لا يكره فى نسخة القاضى الإمامؒ .و فى إقرار العيون جعل مسئلة المعلم كمسئلة الكاتب و الخياط، فإن كان يعلم حسبة لا بأس به، و إن كان بأجر يكره إلا إذا وقع ضرورة (خلاصۃ الفتاوی ج۱/ ۲۲۹)

مسجد میں درزی اگر کپڑے سیتا ہے، تو یہ مکروہ ہے، الا یہ کہ وہ مسجد کی حفاظت کے لئے بیٹھا ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں: اسی طرح، اگر کوئی کاتب مسجد میں اجرت کے ساتھ لکھتا ہے، تو یہ مکروہ ہے: اگر وہ بغیر اجرت کے لکھے، تو مکروہ نہیں: وہ معلم جو بچوں کو قرآن پڑھاتا ہے، اگر وہ مسجد میں سخت گرمی یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے اجرت کے ساتھ تعلیم دیتا ہے، تو امام قاضی خان علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ مکروہ نہیں:
"إقــرار العيون" میں معلم کو بھی کاتب اور درزی کے حکم میں شامل کیا گیا ہے: اگر وہ بطور نیکی (حسبۃً) تعلیم دے، تو کوئی حرج نہیں: اگر اجرت کے ساتھ تعلیم دے، تو یہ مکروہ ہے، الا کہ کوئی شدید ضرورت پیش آئے:

**درمختار میں ہے:** وفى الوهبانية قال ... ويفسق معتاد المرور بجامع ومن علم الأطفال فيه ويوزر (الدر المختار ج۶/ ۴۲۷)

"وہبانیۃ" میں بیان کیا گیا ہے کہ: جو شخص مسجد کے اندر مستقل راستہ بنالے (بغیر کسی ضرورت کے وہاں سے گزرے)، تو وہ فاسق ہوجاتا ہے: اسی طرح جو شخص مسجد میں بچوں کو پڑھاتا ہے، وہ بھی گناہگار ہوگا:

**ردالمحتار میں ہے:** قوله (ومن علم الأطفال إلخ) الذى فى القنية أنه يأثم ولا يلزم منه الفسق، ولم ينقل عن أحد القول به، ويمكن أنه بناء على أنه بالإصرار عليه

يفسق، أفاده الشارح: قلت: بل فى التاترخانية عن العيون: جلس معلم أو وراق فى المسجد فإن كان يعلم أو يكتب بأجر يكره إلا لضرورة . وفى الخلاصة تعليم الصبيان فى المسجد لا بأس به آه . لكن استدل فى القنية بقوله عليه الصلاة والسلام "جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم (ردالمحتار ج٦/ ٤٢٨)

"ومن علم الأطفال إلخ " (جو شخص بچوں کو مسجد میں تعلیم دے، اس کے بارے میں): "القنية" میں لکھا ہے کہ ایسا شخص گناہگار ہوگا، لیکن اس سے فسق لازم نہیں آتا: کسی بھی فقیہ سے یہ منقول نہیں کہ مسجد میں تعلیم دینے والا فاسق کہلائے گا، الا یہ کہ وہ مسلسل اس عمل پر اصرار کرے، تو وہ فاسق قرار دیا جا سکتا ہے: "التاترخانية" میں "العیون" کے حوالے سے لکھا ہے کہ: اگر کوئی معلم یا کاتب مسجد میں بیٹھ کر اجرت پر پڑھاتا یا لکھتا ہے، تو یہ مکروہ ہے، الا کہ اس کے لئے کوئی ضرورت ہو: "الخلاصة" میں لکھا ہے کہ: اگر بچوں کو مسجد میں تعلیم دی جائے، تو (بلا اجرت) اس میں کوئی حرج نہیں: نبی کریم ﷺ کی حدیث "جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم " (مسجدوں کو اپنے بچوں اور پاگلوں سے دور رکھو) کو بھی اس سلسلے میں دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جس ثابت ہے کہ قرآن پاک پڑھانے کی اُجرت لینا، جائز و مباح ہے، خواہ انٹرنیٹ پر پڑھایا جائے یا کسی اور ذریعے سے پڑھایا جائے، کیونکہ متأخرین علمائے کرام نے دینی ضرورت کے پیشِ نظر تعلیمِ قرآن، امامت وغیرہ امورِ دینیہ کی خدمت سرانجام دینے پر اُجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔

البتہ اجارے کی بنیادی شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے مثلاً وقت طے ہو، معاوضہ طے ہو اور اجارہ درست ہونے کی دیگر ضروری شرائط پائی جانی چاہییں۔

دینی کام کو انجام دینے کی تنخواہ لینا دینا جائز نہیں ہے یہی حکم مطلق و عام ہے اور تراویح بھی اسی حکم عمومی میں شامل ہے یعنی اس کی اجرت لینا دینا دونوں جائز نہیں ہے۔

تراویح میں قرآنِ مجید سنا کر اجرت لینا اور لوگوں کے لیے اجرت دینا جائز نہیں ہے، لینے اور دینے والے دونوں گناہ گار ہوں گے اور ثواب بھی نہیں ملے گا۔

البتہ اگر حافظ کو کچھ تعین کئے بغیر دے دیا جائے جب کہ وہاں دینے یا لینے کا رواج نہ ہو دے یا نہ دے اس پر کوء شکایت نہ ہو یا حافظ صاحب کو رمضان المبارک کے لئے نائب امام بنا دیا جائے اور اس کے ذمے ایک یا دو نمازیں سپرد کردی جائیں اگر حافظ اسی مسجد کے امام ہوں اور وہی تراویح سنا رہے ہوں تو ان کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا جائے اور اس خدمت کے عوض تنخواہ کے عنوان سے اسے کچھ دے دیا جائے (خواہ وہ زیاہ ہو یا کم) تو اس کے لینے اور دینے کی گنجائش ہوگی:

**ردالمحتار میں ہے:** وأن القرائة لشيء من الدنيا لاتجوز، وأن الآخذ والمعطی آثمان؛لأن ذلك يشبه الاستئجار على القرائة، ونفس الاستئجار عليها لايجوز، فكذا ما أشبهه كما صرح بذلك فی عدة كتب من مشاہير كتب المذہب؛ وإنما أفتى المتأخرون بجواز الاستئجار على تعليم القرآن لا على التلاوة وعللوه بالضرورة وہی خوف ضياع القرآن، ولا ضرورة فی جواز الاستئجار على التلاوة كما أوضحت ذلك فی شفاء العليل (حاشیۃ ابن عابدین/ ردالمحتار ۲/ ۷۳)۔

اور یہ کہ دنیاوی مقاصد کے لئے قرآن کی تلاوت کرنا جائز نہیں، اور لینے اور دینے والا دونوں گناہگار ہوں گے، کیونکہ یہ تلاوت پر اجرت لینے کے مشابہ ہے، اور خود تلاوت پر اجرت لینا جائز نہیں، تو جو چیز اس سے مشابہ ہو، وہ بھی جائز نہیں، جیسا کہ مذہب کی مشہور کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے۔ البتہ متاخرین فقہاء نے قرآن کی تعلیم دینے پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، نہ کہ تلاوت پر، اور اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس میں ضرورت ہے، یعنی قرآن کے ضائع ہونے کا خوف ہے، لیکن تلاوت پر اجرت لینے میں کوئی ایسی ضرورت نہیں، جیسا کہ میں نے 'شفاء العلیل' میں اس بات کو واضح کیا ہے:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تراویح پڑھانے کی اجرت لینا دینا جائز نہیں ہے جس طرح کسی دینی کام کے انجام دینے کی اجرت لینا دینا جائز نہیں ہے البتہ اس عام حکم سے امامت ۔اذان ۔قرآن کی تعلیم ۔دینی تعلیم خارج ہے کیونکہ ضرورت شریعہ کے پیش نظر ان امور کو اجرت پر انجام دینا اور اس کی تنخواہ لینا جائز ہے

-والله تعالیٰ اعلم ورسوله اکرم صلی الله علیه وسلم:

---

## کتبہ: محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفۂ حضور تاج الشریعہ ومحدث کبیر وخادم فخر از ہر دار الافتاء والقضاء وسرپرست اعلی جماعت رضائے مصطفے برانچ ہاسپیٹ وجے نگر ۔وڈو ۔کمپلی بلاری وگنتکل آندھرا پردیش وسمبھو گنج بانکا بہار وشیخ الحدیث حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ہاسن وقاضئ شریعت چتر درگہ کرناٹک (الہند)

# Khidmat E Deen WhatsApp Group

Khidmat e deen whatsapp group ke naam se ek group ka wajood e amal me aaya hai jisme Asri uloom ke sath sath deen o millat ka dard rakhne wale kuch noujawanan e Ahle Sunnat shamil hain jinhone deeni ishaat o tarweez ka beda uthaya hai aur iske zariye doosre padhe likhe noujawan tabke ko baidar karne ki niyyat bhi rakhte hain aur ek tareekh saaz karhaye numaya anjaam dena chahte hain taake aane wali naslein unhe yaad rakhein yeh Hazraat apna apna paisa laga kar kitab chapwane aur use awaam me taqseem karne ka Ahsan o Ajmal irada aur azm e musammum le kar maidan me utre hain bila shak o shuba yeh ek azeem bunyadi deeni kaam hai jis ki jitni tareef ki jaaye kam hai rabb e qadeer ba Tufail Nabi e Kareem Salallahu alaihi wasallam unke Gulshan e hayat ko khoob khoob sairyaabi aata farmaye mazeed tarakiyyan de aur sehat o tandroosti ke sath hayat ke har shobe ko Marg zaar o lalazaar banade daraiyeen ki sadatoon se zindagi ko ibaraat karde aur inn logon ki deeni khidmat ko qubooliyat ka darja aata farma kar unhe daayimi falaah se himkinar kar de aur Jin niyytaon se apna sarmaya laga rahe hain woh muraad poori farma de khana aur ahle khana ko aman o sukoon chain o iqrar aur apsi mail o muhabbat ki nooraniyat se mamoor farmade.

**NOTE:-** NOUJAWAN E AHLE SUNNAT SE GUZARISH HAI KE KASEER SE KASEER TADAD ME ISS GROUP ME SHIRKAT FARMA KAR USS MISSION KO TAQWIYAT BAKSHE. AMEEN BIJAHI SAYYID UL MURSALEEN SALALLAHU ALAIHI WASALLAM.

KHALIFA-E HUZOOR TAJUSH'SHARIAH WA HUZOOR MUHADDIS-E KABEER
HAZRAT ALLAMA WA MOULANA MUFTI

**Muhammad Maqsood alam Farhat Ziyayi**

HOSPET (KARNATAK)